پاکستانی معاشرے میں مطلقہ خواتین کے قانونی مسائل، مجوزہ حل

*ڈاکٹر سیدہ سعدیہ

Abstract

In the contemporary world whereas the family life is facing so many problems rather there is most important issue and that is the family life which is breaking rapidly. From the last two decades the trend of broken families has grown up to a dangerous level. This situation creates many problems for divorced women in Pakistan. Whereas the social problems are full of countless bitters for women and her families and the legislative problems are full of economical, social, physical, psychological and emotional stress. This situation becomes unforgettable and the worst tragedy of life. The struggle of divorcee for survival their rights becomes an uncompensated sin or crime which is an extremely painful process. In this paper the legislative problems of divorced women will be presented according to the statistics which have been collected from the divorced women.

Key words: Divorce, Problems, Family life, Dangerous level, Tragedy,

عصر حاضر میں خاندان کو جہاں اور بہت سے مسائل کا سامنا کرنا پڑھ رہاہے وہاں سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ گھروں کے ٹوٹنے اور بننے کی رفتار تقریباً برابر ہوچکی ہے۔ گزشتہ دو دہائیوں سے پاکستانی معاشرے میں طلاق کے رجحان میں خطرناک حد تک اضافہ ہوا ہے۔ اگرچہ مغرب میں یہ رجحان گزشتہ کئی دہائیوں سے بہت تیزی سے بڑھا ہے کہ اب ان کے ہاں بھی خاندان بچاؤ تحریکیں چل رہی ہیں لیکن اب اسی مغرب کی سی تیزی سے اس رجحان نے مشرق کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔

موجودہ دور میں بالخصوص مغربی ممالک میں طلاق، علیحدگی، فرار اور عدم اتحاد اور تعاون میں کمی کے بے شمار واقعات اخباروں کے صفحات اور عدالتوں کی فائلوں کی زینت بن رہے ہیں۔ عدم استحکام کی شدت مختلف مقامات پر مختلف ہے۔ بعض صنعتی علاقوں میں اس کے واقعات مقابلتاً زیادہ ہیں مگر مجموعی طور پر ان واقعات میں ہر جگہ اضافہ ہورہا ہے۔

---

* وزٹنگ فکیلٹی، شیخ زائد اسلامک سینٹر، جامعہ پنجاب۔

پاکستان میں موجود فیملی کورٹس میں داخل مقدمات کا جب جائزہ لیا گیا تو معلوم ہوا کہ آج سے چند برس پہلے صرف لاہور شہر میں ۱۰ فیملی کورٹس قائم تھیں جبکہ آج ان کی تعداد صرف لاہور شہر میں ۲۵ ہو چکی ہیں۔ اور ہر عدالت میں دائرہ مقدمات طلاق، خلع، سامان جہیز کی واپسی، نان و نفقہ، بچوں کی حضانت وغیرہ کے ہیں اور تقریباً ۱۳۵ کے قریب کیسسز کی سماعت روزانہ ہوتی ہے۔ پاکستانی معاشرے میں یہ صورت حال ہماری خصوصی توجہ کی متقاضی ہے کیونکہ طلاق کے تین الفاظ ادا کر کے مرد تو الگ ہو جاتا ہے لیکن عورت کو بہت سے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ان مسائل کی نوعیت قانونی بھی ہے اور سماجی بھی۔

پاکستان کی سماجی صورت حال میں طلاق کے اسباب کا جائزہ لینے کے بعد یہ بات کافی حد تک درست معلوم ہوتی ہے کہ مرد تو طلاق کے تین الفاظ ادا کر کے الگ ہو جاتا ہے لیکن عورت کے لئے سماجی مسائل جہاں ان گنت تلخ تجربوں سے بھرپور ہوتے ہیں وہیں قانونی مسائل مالی، جسمانی، نفسیاتی و جذباتی لحاظ سے مطلقہ خاتون اور اس کے خاندان کے لئے ایک ناقابل فراموش بدترین سانحہ بن کر رہ جاتے ہیں۔ طلاق کے بعد اگرچہ عورت پہلے ہی اپنا گھر ٹوٹنے کے باعث اپنی جذباتی، نفسیاتی، جسمانی کیفیت کے ایک بدترین دور سے گزر رہی ہوتی ہے وہیں جب اسے اپنے حق کے حصول کے لئے یا اپنے دفاع میں قانونی چارہ جوئی کا طریقہ اختیار کرنا پڑتا ہے جو لڑکی اور اس کے والدین کے لئے طلاق سے بڑھ کر ناقابل تلافی جرم بن کر رہ جاتا ہے۔ عدالت تک دادرسی اور قانونی تقاضے پورے کرنے کے لئے عورت کو بہت سی دشواریاں پیش آتی ہیں۔ جو ایک انتہائی تکلیف دہ عمل ہے۔ ذیل میں مطلقہ خواتین کو جو قانونی مسائل درپیش ہیں ان کا انٹرویو اور سروے کی روشنی میں جائزہ لیا گیا ہے۔ ان مطلقہ خواتین جن سے انٹرویو اور سروے کیا گیا ہے ۴۰ فیصد خواتین کے والدین نے عدالتی طریقہ کار کی پیچیدگی، تاخیر اور خصوصاً مالی وسائل کی کمیابی کی وجہ سے عدالت سے رجوع ہی نہیں کیا۔ اس سروے اور انٹرویو کی روشنی میں جو مسائل سامنے آئے ہیں ذیل میں ان کی نشاندہی کی جاتی ہے

عدالت میں مطلقہ خواتین کی جانب سے دائر مقدمات کی نوعیت و شرح سروے کی روشنی میں اس طرح ہے:

مقدمات	مطلقہ خواتین	شرح فیصد
حضانت و نان و نفقہ	70	36.46
مہر و جہیز	122	63.54
ٹوٹل:	192	100

پاکستانی معاشرے میں مطلقہ خواتین کو درپیش قانونی مسائل:

۱۔ حصول انصاف کے لئے مالی مسائل:

جن خواتین سے سروے کیا گیا ان میں سے ۴۰ فیصد نے کہا کہ انھوں نے اپنے سامان جہیز کی واپسی، حق مہر کی طلبی، نان و نفقہ کی فراہمی، بچوں کی حضانت کے معاملے میں عدالت سے اس وجہ سے رابطہ نہیں کیا کیونکہ ان کے مالی وسائل اس بات کی اجازت نہ دیتے تھے کہ وہ وکیلوں کی فیسیں بھر سکیں، اور نہ ہی ان کے والدین یا بھائی اس مالی حیثیت کے حامل تھے کی وہ ان کی اس معاملے میں مالی اعانت کر سکتے، وہ تو پہلے ہی اپنے والدین اور بھائیوں پر ناقابل برداشت بوجھ ہیں ایسے میں یہ کہاں ممکن تھا کہ وہ عدالتی معاملے میں ان کی مدد کرتے۔

اس سلسلے میں ایک خاتون نے بتایا کہ اس نے عدالت سے اس لئے رجوع نہیں کیا کیونکہ اس کے گھر والے وکیلوں کی فیسیں نہیں بھر سکتے تھے جبکہ اس کا سابقہ شوہر مالی لحاظ سے مضبوط تھا لہذا اس نے بچوں کو اپنے پاس رکھ لیا حالانکہ وہ ابھی چھوٹے تھے لیکن وہ اس سلسلے میں قانونی مدد اس لئے حاصل نہیں کر سکی کہ اس کے والدین اسے تو برداشت کر رہے ہیں لیکن اس کے بچوں کے اخراجات برداشت کرنے کے متحمل نہیں ہیں۔ جبکہ وہ پڑھی لکھی بھی نہیں ہے کہ وہ اپنے بچوں کے اخراجات خود اٹھانے کے لئے کوئی ملازمت کر سکے۔ ([1])

۲۔ عدالتی و قانونی پیچیدگیاں:

جن مطلقہ خواتین نے عدالت سے اپنے کسی بھی قانونی مسئلے میں رجوع کیا انھوں نے کہا کہ دوسری پارٹی تنگ کرنے کے لئے مختلف حیلے بہانوں سے تاخیر کرواتی رہتی ہے، کبھی وہ عدالت میں پیش نہیں ہوتے کبھی ان کا وکیل چھٹی کر لیتا ہے، کبھی وہ کوئی میڈیکل سرٹیفیکیٹ پیش کر کے حاضری سے ایک لمبے عرصے تک استثنا لے لیتے ہیں۔ ان کا مقصد ایسے کرنے سے یہ ہوتا ہے کہ ہم تنگ آ کر کیس ہی واپس لے لیں یا تاخیر سے تنگ آ کر عدالت ہی آنا چھوڑ دیں۔

لاہور بار کے صدر کے مطابق اذیت پسند شوہر اپنی بیویوں کو اذیت دینے کے لئے حربے استعمال کرتے ہیں لیکن عدالتیں اس حوالے سے تیزی سے اقدامات نہیں کرتیں۔ ([2])

ایک خاتون نے بتایا کہ اس کی طلاق ہوئے چار سال ہو چکے ہیں اس نے تب ہی سے اپنے سامان جہیز کی واپسی

کا مقدمہ دائر کیا ہوا ہے لیکن ابھی تک اس کے کیس کا فیصلہ نہیں ہوا، اس کی وجہ یہ ہے کہ کبھی ان کا وکیل چھٹی کر لیتا ہے، کبھی جج صاحب بھی چھٹی پر ہوتے ہیں، اکثر اوقات اس کا سابقہ شوہر اور اس کے گواہ مقدمے گواہی اور بیان دینے کے لئے حاضر نہیں ہوتے، اس دوران دو بار جج تبدیل ہو گیا ہے جس کے باعث بھی مقدمہ التواء کا شکار ہوا ہے۔ اور ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں ہوا ہے۔([3])

سینئیر وکیل مظہر سجاد شیخ ایڈوکیٹ کہتے ہیں کہ اس حوالے سے باقاعدہ قانون سازی ہونی چاہیئے۔([4])

ایسے ہی مسائل کی نشاندہی دیگر خواتین نے بھی کی جن سے انٹرویو لیا گیا۔([5])

ایک انٹرویو دینے والی خاتون نے یہ کہا کہ اس والدین بوڑھے ہیں۔ عدالت کی جانب سے دی جانے والی تاخیر پر اس کے والد کو آنا پڑتا ہے، تمام دن انتظار کے بعد پتہ چلتا ہے کہ ان کا وکیل نہیں آیا یا اگلی کوئی تاریخ لے کر چلا گیا ہے۔ میرے والد صاحب کے لئے بار بار عدالت کی سیڑھیاں چڑھنا اترنا انتہائی مشکل ہے لیکن وہ میرے حق کے لئے یہ تکالیف برداشت کر رہے ہیں جبکہ مقدمے کو چلتے ہوئے تین سال ہو گئے ہیں، میرے بھائی ابھی چھوٹے ہیں اور پڑھ رہے ہیں اس لئے وہ عدالت کے کاموں کو نہیں سمجھتے اور عدالت میں نہیں آسکتے۔[6]

۳۔ حق حضانت:

مطلقہ اگر صاحب اولاد ہے تو ایسی صورت میں اس کے لئے مزید پریشانیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ خصوصاً بچوں کی حضانت اور ان کے نان ونفقہ کے حوالے سے۔ طلاق اگرچہ خاندانی طور پر ہو چکی ہو لیکن ان معاملات کے لئے مطلقہ اور اس کے ورثا کو عدالتوں کے چکر لگانے پڑتے ہیں ہمارا عدالتی نظام میں بھی بہت سے نقائص ہیں اور حصول انصاف اور دادرسی کے لئے اسے بہت سے صبر آزما مراحل سے گزرنا پڑتا ہے اس سے ذہنی اذیت، بے بسی، وقت اور پیسوں کا ضیاع، عدالتوں کے چکر اور دیگر مسائل سے مطلقہ خاتون کو نبرد آزما ہونا پڑتا ہے جو ایک انتہائی تکلیف دہ عمل ہے۔ ان مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ بچوں کی حضانت کا مسئلہ ہے۔

عدالتوں میں سینکڑوں بچوں کی حضانت سے متعلق مقدمات ہر روز سماعت کے لئے آتے ہیں۔ یہ مقدمات کئی کئی سال سے چل رہے ہیں، دیگر مقدمات کی طرح ان میں بھی کافی تاخیر ہوتی ہے، بچوں کے والدین پر اس حوالے سے نفسیاتی دباؤ بھی ہوتا ہے دوسری طرف بچے بھی جذباتی و نفسیاتی لحاظ سے بہت زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ چھوٹے بچے کیونکہ اپنی والدہ کی سرپرستی میں زیادہ تر ہوتے ہیں، اس لئے بھی خواتین کو بہت سے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

انٹرویو میں ایک خاتون نے بتایا کہ اس کی طلاق اگرچہ خاندانی طور پر ہو گئی تھی لیکن بچوں کی حضانت سے متعلق اسے اپنے شوہر کی جانب سے مقدمے کا سامنا کرنا پڑا، طلاق واقع ہوئے تین سال سے زائد کا عرصہ ہو چکا ہے لیکن اس معاملے میں ابھی تک کوئی خاص پیش رفت نہیں ہوئی، میں ہر تاریخ پر عدالت میں حاضر ہوتی ہوں لیکن بچوں کے باپ کی جانب سے کبھی گواہ پیش نہیں کئے جاتے اور کبھی وکیل ہی پیش نہیں ہوتا اور نہ ہی ان کا باپ آتا ہے، جب اس سے اس حوالے سے بات کی گئی کہ آیا باپ بچوں سے ملاقات کرتا ہے تو اس نے جواب دیا کہ مہینے میں ایک بار ایک گھنٹے بچوں کی ملاقات کا شیڈول طے ہے لیکن ان کا باپ اس کی پابندی نہیں کرتا، کبھی دس منٹ ملاقات کرتا ہے اور اکثر اوقات دو، تین ماہ ملاقات کے لئے نہیں آتا جبکہ میں اپنے بچوں کو عدالت میں ملاقات کے لئے لے کر آتی ہوں، بچوں کا تعلیمی حرج بھی ہوتا ہے، نیز عدالت کا ماحول ایسا نہیں ہے جو بچوں کی ذہنی تربیت کے لئے اچھا ہو یہ ان پر برا اثر ڈالتی ہے، لیکن مجبوری میں ایسا کرنا پڑتا ہے۔[7]

والدین کے درمیان لڑائی جھگڑے اور چپقلش کے نتیجہ میں چار مہینوں میں تقریبا ایک ہزار کمسن بچے عدالتوں میں رل گئے۔([8])

بچوں کی حضانت کے ایک مقدمے میں متاثرہ خاتون نے بتایا کہ طلاق کے بعد اس کے شوہر نے اسے اور اس کی دو سالہ بیٹی کو گھر سے نکال دیا جبکہ اس کے دوسرے دو بچے جو لڑکے ہیں اسے شوہر نے اپنے پاس رکھ لیا، اس نے کہا کہ میں نے خاندانی اور محلے کی سطح پر بڑی کوشش کی کہ مجھے میرے بیٹوں سے ملنے دیا جائے جن کی عمر چار سال اور چھ سال ہیں لیکن ان کے باپ نے ایسی کسی کوشش کو کامیاب نہیں ہونے دیا، چنانچہ میں نے عدالت سے رجوع کیا، اب میری ملاقات میرے بچوں سے ہو گئی ہے لیکن ابھی ان کے میرے پاس رہنے کا فیصلہ نہیں ہوا ہے، مقدمہ ابھی چل رہا ہے، ان کا باپ کہتا ہے کہ میں اپنے بیٹے کسی قیمت پر نہیں دوں گا، خاتون نے کہا کہ مجھے اپنی نہیں اپنے بچوں کی بہت فکر ہے، میری زندگی اجیرن ہو کر رہ گئی ہے۔([9])

۴۔ غیر شائستہ زبان اور دھمکیاں:

عدالتوں میں یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ فریقین ایک دوسرے کے خلاف ناشائستہ زبان استعمال کرتے ہیں، ایک دوسرے کو دھمکیاں دیتے ہیں، اگرچہ ایسا دونوں جانب سے ہوتا ہے لیکن مشاہدے میں آیا ہے کہ مرد حضرات اپنی

سابقہ بیوی، ان کے خاندان والوں، اس کے والدین اور بہن بھائیوں کو طرح طرح کی دھمکیاں دیتے ہیں، ایک خاتون جو اپنے شوہر اور سسرال والوں کے رویے کی وجہ سے طلاق لینے پر مجبور ہو گئی تھی، اس نے اپنے انٹرویو میں بتایا کہ میرے سسرال والوں خصوصا میرے دیوروں نے میرے باپ کو عدالت میں اس قدر دھمکیاں دیں کہ اس کی وجہ سے میرے والد کو ہارٹ اٹیک ہو گیا اور ہسپتال جاتے ہوئے ان کا انتقال ہو گیا۔([10])

فیملی کورٹ میں بچوں سے ملاقات کے وقت بھی اکثر اوقات والدین دوسرے فریق کے لئے ناشائستہ الفاظ کا استعمال کرتے ہیں، ایک فریق دوسرے فریق کو برا بھلا کہتا ہے، ایک دوسرے کر دار کشی کی جاتی ہے، وکلاء بھی اپنے مقام و مرتبہ کا لحاظ کئے بغیر بعض اوقات فریق مخالف سے اور بعض اوقات جج سے بھی الجھ پڑتے ہیں۔ تند و تیز جملوں کا تبادلہ ہوتا ہے، ایک دوسرے کو دھمکیاں دی جاتی ہیں۔عدالت میں پیش آنے والی اس صورتحال کی وجہ سے شرفاء ایسے عائلی معاملات میں عدالتوں میں جانا اپنی عزت و غیرت کا جنازہ نکل جانے کے مترادف خیال کرتے ہیں کیونکہ جب عدالتوں کے باہر بہو بیٹیوں کے نام پکارے جاتے ہیں اس وقت دل یہ چاہتا ہے کہ زمین پھٹ جائے اور وہ اس میں دھنس جائے۔([11])

عدالتی نظام پر عدم اعتماد، معاشرتی و عدالتی ماحول، مقدمات کی طوالت اور مالی وسائل کی عدم فراہمی کے باعث بہت سے خاندان حصول انصاف کے لئے عدالت کا دروازہ تک نہیں جاتے، اور اپنا حق چھوڑ دیتے ہیں۔

یہ صورت حال سروے سے حاصل شدہ اعداد و شمار کی روشنی میں کچھ یوں پیش ہے۔

قانونی تحفظ اور امداد	مطلقہ خواتین	شرح فیصد
سرکاری	0	0.00
غیر سرکاری	70	36.46
ذاتی	80	41.67
عدالت پر عدم اعتماد	42	21.88
ٹوٹل	192	

ایک بزرگ جو اپنی نواسے نواسیوں کے حضانت کے مقدمے میں پیروی کے لئے اپنی بیٹی کے ہمراہ آئے ہوئے تھے انھوں نے کہا کہ میں ایک دینی گھرانے سے تعلق رکھتا ہوں، میری بچیاں باپردہ رہتی ہیں لیکن اس مسئلے میں مجھے اور میری بچیوں کو عدالتوں کے چکر لگانے پڑے اور جب عدالت میں بیٹیوں کے ناموں کی پکار لگتی ہے تب میرے لئے شرم سے مر جانے کا مقام ہوتا ہے۔ جبکہ دوسرے فریق کی جانب سے دھمکیاں بھی ملتی ہیں اور ایسی ایسی زبان اور القابات سننے کو ملتے ہیں کہ میں اپنی بیٹیوں کے ساتھ آنکھ ملانے کے بھی قابل نہیں رہتا۔([12])

۵۔ نان ونفقہ کے مسائل:

فیملی عدالتوں میں جہاں طلاق و خلع، سامان جہیز کی واپسی، ادائیگی مہر، حق حضانت وغیرہ کے مقدمات دائر ہوتے ہیں وہیں مطلقہ خواتین کے نان ونفقہ اور زیر سرپرستی بچوں کے نان ونفقہ کے مقدمات بھی ان عدالتوں میں زیر سماعت ہوتے ہیں۔ ان مقدمات میں ایسی خواتین جن کو شوہر نے گھر سے نکال دیا ہو اور طلاق بعد میں دی ہو تو اس کے شوہر کے گھر سے آنے سے لے کر طلاق کی عدت تک کا نان ونفقہ شوہر کے ذمہ واجب ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر مطلقہ عورت کے ہمراہ بچے ہیں تو ان بچوں کی معاشی کفالت بذمہ والد ہے لہذا اسے بچوں کا نان ونفقہ ادا کرنا لازم ہوتا ہے، لیکن افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ اکثر اوقات والد یہ ذمہ داری ادا کرنے سے پہلو تہی کرتا ہے جس کے لئے عورت کو عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانا پڑتا ہے۔ ایسے میں ایک جانب تو عورت کو مقدمہ دائر کرنے کے لئے روپے پیسوں کی ضرورت ہوتی ہے تو دوسری جانب بچوں کی پرورش اور نان ونفقہ کا بار بھی وہ خود یا اس کے والدین، بھائی برداشت کر رہے ہوتے ہیں، ایسی صورت میں جو مقدمات دائر کئے جاتے ہیں ان کی شرح طلاق و خلع کے لئے قائم کئے جانے والے مقدمات سے کم ہے، کیونکہ مقدمے کو چلانے کے لئے بھی مالی وسائل ہونا ضروری ہیں۔ لہذا بہت سی خواتین اس لئے بھی قانونی چارہ جوئی نہیں کرتیں کہ ان کے پاس نہ تو تاریخیں بھگتنے کے لئے وقت ہے اور نہ ہی ان کے اولیاء اس سلسلے میں ان کے ساتھ تعاون کرتے ہیں ایسے میں وہ خود یا ان کے والدین بچوں کی کفالت کرتے ہیں۔

انٹرویو میں ایک خاتون نے بتایا کہ اس نے ایم اے کیا ہے، اس کی شادی ہوئی تو شوہر نے کچھ ہی عرصے کے بعد جہیز کم لانے اور مطالبات پورے نہ کرنے کی وجہ سے اسے طلاق دے دی، بعد ازاں اس کا ایک بیٹا ہوا، جو اب اس کے پاس ہے، اس دوران لڑکی نے ایم فل میں داخلہ لے لیا، بچے اب دو سال کا ہو چکا ہے، اس دوران اس کے باپ نے

نہ تو کوئی رابطہ کیا اور نہ ہی بچے کا خرچہ دیا لیکن اب اس نے دھمکیاں دینی شروع کر دی ہیں کہ میں بیٹے کو اغوا کر لوں گا، اس دوران بچے کا باپ دوسری شادی کر چکا ہے۔ ان حالات میں لڑکی اور اس کے والدین بہت پریشان ہیں۔ لڑکی غریب خاندان سے تعلق رکھتی ہے اور بہن بھائیوں میں وہ پہلے نمبر پر ہے، اس کے والد نے بڑی مشکل سے اسے تعلیم دلوائی تا کہ وہ اپنا اور اپنے بچے کا بوجھ اٹھا سکے، اس سے پہلے اس نے کسی بھی معاملے میں عدالت سے رجوع نہیں کیا لیکن اب عزیز و اقارب نے مشورہ دیا ہے کہ وہ عدالت سے بچے کے خرچے کے لئے رجوع کرے تا کہ عدالت کے نوٹس میں آجائے کہ بچہ والدہ کے پاس ہے اور اس کی پیدائش سے لے کر تاحال اس کے والد نے کوئی خرچہ نہیں دیا۔ لہذا اب اس نے مقدمہ دائر کیا ہے۔([13])

جو خواتین عدالت میں بچوں کے نان و نفقہ کے لئے مقدمہ دائر کرتی ہیں ان کا کہنا ہے کہ بچوں کے والد اس سلسلے میں انہیں بہت زیادہ تنگ کرتے ہیں، باقاعدگی سے خرچہ نہیں دیتے جبکہ انھوں نے بچوں کے تعلیمی اخراجات بھی برداشت کرنے ہوتے ہیں اور دیگر ضروریات بھی پوری کرنی ہوتی ہیں۔ ایسے میں اگر ان کے والد کی جانب سے خرچہ ملنے پر تاخیر ہو جائے یا نہ ملے تو انہیں اور ان کے بچوں کو بہت سے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

عدالت میں لئے گئے ایک انٹرویو میں خاتون نے بتایا کہ اس کے دو بچے ہیں اس کے شوہر نے اسے طلاق دے دی ہے اور بچے بھی اس کے پاس ہیں، وہ زیادہ پڑھی لکھی نہیں ہے بچوں کے والد نے چھ ماہ تک بچوں کا کوئی خرچہ نہیں دیا بچوں کے اخراجات کے لئے اس نے عدالت سے رجوع کیا اس کے سابقہ شوہر نے کہا کہ میں کوئی ملازمت نہیں کرتا لہذا بچوں کا خرچہ نہیں دے سکتا میں تو خود اپنے بھائی کے ساتھ رہتا ہوں، خاتوں نے کہا کہ اس نے بچوں کو خرچہ دینے سے بچنے کے لئے یہ بہانا بنایا ہے جبکہ وہ برسر روزگار ہے تاہم عدالت نے بچوں کا خرچہ لگا دیا ہے لیکن وہ پھر بھی کسی مہینے دیتا ہے اور کسی مہینے نہیں دیتا، جو رقم اس کی جانب سے دی جاتی ہے وہ انتہائی قلیل ہے جس سے ان کے تعلیمی اخراجات بھی پورے نہیں ہوتے باقی ضروریات تو دور کی بات ہے۔ اس کے والدین بھی اس پوزیشن میں نہیں ہیں کہ وہ اس کے اخراجات مستقل طور پر برداشت کر سکیں جبکہ بھائی اپنے گھروں والے ہیں، آج کل مہنگائی کے اس دور میں ان کے لئے اپنا گھر چلانا مشکل ہے وہ میرا اور میرے بچوں کا بار کیسے اٹھائیں، اگر وہ کوئی تعاون کرتے بھی ہیں تو بھابیاں لڑنا شروع کر دیتی ہیں، ایسے میں تنگ آکر میں نے لوگوں کے کپڑے سلائی کرنے شروع کر دیئے ہیں تب بھی طعنے ملتے ہیں کہ ہماری ناک کٹوا دی، ہماری لوگوں میں کیا عزت رہ جائے گی، ایسے میں سمجھ نہیں آتا کہ میں کدھر جاؤں

اور کیسے اپنے بچوں کے اخراجات پورے کروں۔(14)

مطلقہ خواتین کی یہ معاشی مشکلات اس بات کی غماز ہیں کہ ان کے بچوں کے باپ بچوں کے اخراجات کی ادائیگی میں انہیں زیر بار کرنے کے لئے ہر ممکن حد تک جاتے ہیں، تاکہ انہیں یہ بوجھ نہ اٹھاناپڑے، نیز اگر والد نے دوسری شادی کرلی ہے تو پھر تو مستقل طور پر اس سے راہ فرار ڈھونڈتا ہے کیونکہ اب نئے بیوی بچے اس کی ذمہ داریوں میں شامل ہوجاتے ہیں وہ ان کے اخراجات سے پہلو تہی نہیں کرتا جبکہ سابقہ بیوی اور بچوں کو اس کے اس عمل سے جس قدر تکالیف پہنچتی ہیں ان کا اسے کوئی احساس نہیں ہوتا۔

انٹرویو کے ذریعے یہ بات سامنے آئی کہ بچوں کے نان ونفقہ کی ادائیگی کے سلسلے میں والدہ کو ستانے کے لئے ان کے نان ونفقہ میں تاخیر کی جاتی ہے کوشش کی جاتی ہے جتناکم سے کم دیاجاسکے یہ نہیں دیکھاجاتا کہ اس کی وجہ سے بچوں کے حقوق متاثر ہورہے ہیں ان کو بھی اذیت سہنی پڑرہی ہے۔ جو والد اپنے بچوں کا خرچہ خوش دلی سے ادا کرتے ہیں ان کی تعداد انتہائی کم ہے۔

ایک متاثرہ خاتون نے بتایا کہ اس کے بچوں کا عدالت میں اپنے باپ سے ملاقات کے لئے آنے جانے کا خرچہ اور نان ونفقہ عدالت نے مقرر کیا کچھ ماہ تو اس نے یہ ادا کیا لیکن گزشتہ چار ماہ سے اس نے یہ پیسے دینے بند کردیئے ہیں اب عدالت نے اس کے خلاف ڈگری کردی ہے، بچوں کی ملاقات ختم ہوگئی ہے جبکہ نان ونفقہ کی ادائیگی کے لئے اس کے وارنٹ جاری کئے ہیں، وہ جہاں رہتا تھا پتہ چلا ہے کہ وہاں سے گھر بیچ کر کہیں چلا گیا ہے کہاں گیا ہے اس بارے میں کوئی پتہ نہیں، لہذا تاحال عدالت کے فیصلے پر عمل نہیں ہوسکا۔(15)

میرے ایک سوال کے جواب میں کہ ایسی صورت میں اس کی اور بچوں کی کفالت کون کررہا ہے تو اس نے جواب دیا کہ میرے والدین میرے اور میرے بچوں کے تمام اخراجات برداشت کررہے ہیں۔ میرے والدین میری معاشی کفالت کی پوزیشن میں ہیں لیکن بچوں کے ے والد کی جانب سے ایسا سلوک رکھنا اسلام اور قانون دونوں کی رو سے ناجائز ہے۔(16)

۶۔ حق مہر وسامان جہیز کی واپسی:

عدالت میں جو فیملی کیسز سماعت کے لئے آتے ہیں ان میں سے بہت سے کیسز میں طلاق کے بعد خواتین کی

جانب سے شوہر پر حق مہر کی ادائیگی اور سامان جہیز کی واپسی کے بھی مقدمات پیش کئے جاتے ہیں۔ عموما ہمارے ہاں حق مہر شادی کے موقع پر ادا نہیں کیا جاتا، بعد میں مرد حضرات اکثر اوقات یہ حق بخشوا لیتے ہیں، اگر عورت نے یہ حق معاف نہیں کیا تو ایسے میں طلاق ہونے کی صورت میں عورت عدالت سے اپنے اس حق کی ادائیگی کے لئے رجوع کرتی ہے۔ تاہم ایسا اسی صورت میں ہوتا ہے جب مہر کی رقم زیادہ ہو تبھی عورت انصاف کے حصول کے لئے عدالت کا دروازے پر جاتی ہے۔

طلاق کے بعد مطلقہ کو یہ بھی مسئلہ درپیش ہوتا ہے کہ شادی کے موقع پر اور شادی کے بعد دلہن کو والدین اور عزیز و اقارب کی جانب سے دیئے جانے والے تحائف سابقہ شوہر کے گھر اس کی یا اس کے والدین کی تحویل میں ہوتے ہیں۔ لڑکی کو جس وقت طلاق دی جاتی ہے تو اس وقت ایک تو طلاق کی وجہ سے وہ رنج و غم کی کیفیت میں ہوتی ہے تو دوسری جانب عموما اسے بے یارو مددگار گھر سے نکال دیا جاتا ہے ایسے میں اس کا تمام سامان جہیز اور دیگر سامان اپنے ہمراہ نہیں لا سکتی۔ بعد ازاں وہ اس سامان کی واپسی کے لئے عدالت سے رجوع کرتی ہے لیکن ایسے مقدمات میں فیصلے بہت تاخیر سے ہوتے ہیں۔ لڑکے والے سامان جہیز کا عموما انکار کرتے ہیں یا کم اشیاء دینے پر راضی ہوتے ہیں۔ ایسے مقدمات میں بھی گواہیاں ہوتی ہیں سامان جہیز کی فہرستیں طلب کی جاتی ہیں، مشاہدے میں آیا ہے لڑکے والوں کے وکیل کی جانب سے اس سامان کی رسیدیں بھی مانگی جاتی ہیں جو شادی کے موقع پر لڑکی والوں نے دیا تھا۔

طلاق کے بعد زوجین کے سامان کی واپسی کا معاملہ شرعی اور قانونی لحاظ سے اہم اور نازک ترین ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ طلاق کا اسلامی رویہ اپنانے کی بجائے، طلاق بدعت کے رویے اختیار کر کے عورت کے اثاثہ جات اور سامان جہیز، تحائف پر جبرا قبضہ کرنے کی طرف توجہ کی جاتی ہے۔ اور عورت سے احسان کے قرآنی حکم کو بھی در خو اعتناء تصور نہیں کیا جاتا۔ حالانکہ قرآن کا طلاق دیئے جانے کی صورت میں حکم یہ کہ وہ چیزیں جو تحائف کی صورت میں یا بری کی صورت میں بیوی کو دے چکا ہے، وہ چیزیں واپس نہ لی جائیں۔ بلکہ اسے احسان کے طور پر عورت کے پاس رہنے دیا جائے۔ تاکہ اس کی آئیندہ زندگی کے لئے دلجوئی کا سبب بنے۔(17)

انٹرویو میں ایک خاتون نے بتایا کہ اس کے عدالت میں دو مقدمات زیر سماعت ہیں ایک سامان جہیز کی واپسی کا اور دوسرا حق مہر کی ادائیگی کا۔ اس کا کہنا تھا کہ میرے شوہر نے نکاح نامے میں چھ تولے سونے کے زیورات بطور حق مہر مقرر کئے تھے، اس کی شادی تین سال رہی لیکن وہ کہتی ہے کہ جو زیور مجھے ڈالا گیا تھا وہ میری نند کا تھا، میرے

سسرال والوں نے شادی کے موقع پر بطور حق مہر تو یہ لکھ دیا لیکن شادی کے بعد مجھ سے لے کر اپنی بیٹی کو واپس کر دیا۔ اب نکاح نامے میں تو لکھ دیا گیا کہ بوقت نکاح لڑکی کو دے دیا گیا لیکن عملا ایسا نہیں ہوا، جب میرے شوہر نے مجھے طلاق دی تو میں نے حق مہر کی ادائیگی کا مطالبہ کیا جو انھوں نے کہا کہ تمھیں دیا جاچکا ہے۔ لڑکے والوں کے پاس نکاح نامہ بطور ثبوت ہے جبکہ میرا گواہ صرف اللہ ہے اور اسی کے بھروسے پر میں نے عدالت میں مقدمہ دائر کیا ہے۔ خاتون نے بتایا کہ اس کے جہیز کا سامان اور والدین کی جانب سے عید وغیرہ پر دیئے جانے والے تحائف بھی اس کے سابقہ شوہر ہی کی تحویل میں ہیں۔ اس بارے میں اس کے شوہر نے یہ موقف اپنایا ہے کہ اس کے والدین نے جہیز میں بہت کم سامان دیا تھالہذا اس نے جہیز کے سامان کی واپسی کے لئے صرف چند چیزوں کے دینے کا اقرار کیا ہے کہ میرے پاس جہیز میں صرف یہی اشیاء تھیں۔([18])

ایک اور مقدمے میں خاتون نے اسی طرح کی صورتحال کا تذکرہ کیا لیکن اس حوالے سے اس کا کہنا یہ تھا کہ اس کے شوہر نے اسے اس کے دو بچوں سمیت گھر سے بے سروسامانی کی کیفیت میں نکال دیا تھا چنانچہ ایک سال تک ان دونوں کے درمیاں کسی طرح کا رابطہ نہیں ہوا۔ آخر کار لڑکی نے خلع لے لیا۔ اس کے نکاح نامے میں بھی بطور مہر دس تولہ زیوارت بوقت نکاح ادائیگی تحریر کئے گئے۔ خاتون کا کہنا ہے کہ وہ زیورات اڑھائی سال تک اس کے پاس رہے لیکن جب اس کے سابقہ شوہر نے باہر جانے کا ارادہ کیا تو اس نے اس سے کہا کہ یہ زیورات میری بہن کے تھے لہذا اب میں اسے ادا کر کے جانا چاہتا ہوں تم وہ واپس کر دو۔ لڑکی نے وہ زیورات واپس کر دیئے۔ جب ایک سال کے بعد لڑکی نے خلع لیا تو سابقہ شوہر نے یہ مقدمہ دائر کر دیا کہ لڑکی سے مہر واپس دلوایا جائے۔ حالانکہ وہ لڑکی سے واپس لے چکا تھا لیکن واپسی کا ثبوت لڑکی کے پاس نہیں تھا۔ جبکہ اس کے جہیز کا سامان بھی لڑکے ہی کی تحویل میں تھا۔ لڑکی والوں کی جانب سے پیش کردہ سامان جہیز کی فہرست سے لڑکے والوں نے انکار کر دیا کہ یہ اشیاء جہیز میں نہیں دی گئیں۔ لڑکے کے والوں نے یہ مطالبہ کیا کہ وہ ان اشیاء کی خریداری کی رسیدیں دکھائیں۔ لڑکی نے کہا کہ عدالت نے لڑکے والوں کی جانب سے زیورات کی واپسی کا مقدمہ خارج کر کے فیصلہ لڑکی کے حق میں کر دیا ہے جبکہ سامان جہیز کے سلسلے میں لڑکے والوں کے موقف کو درست قرار دے صرف ان اشیاء کی واپسی کا حکم صادر کیا جن کو لڑکے والوں نے تسلیم کیا ہے۔ ([19])

خاتون نے مزید بتایا کہ خلع کے بعد اان مقدمات کو فیصلہ ہونے میں دوسال کا عرصہ لگا ہے۔ چناچہ جو سامان واپس کی گیا وہ انتہائی خستہ خال تھا اور اسے توڑ کر دیا گیا، سامان کی لسٹ تو پوری کرنے کی کوشش کی گئی لیکن سامان کو نا قابل استعمال بنا کر دیا گیا۔([18])

طلاق کے بعد زوجین کے سامان کی واپسی کا معاملہ شرعی اور قانونی لحاظ سے اہم اور نازک ترین ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ طلاق کا اسلامی رویہ اپنانے کی بجائے، طلاق بدعت کے رویے اختیار کر کے عورت کے اثاثہ جات اور سامان جہیز ، تحائف پر جبراقبضہ کرنے کی طرف توجہ کی جاتی ہے۔ اور عورت سے احسان کے قرآنی حکم کو بھی درخو اعتناء تصور نہیں کیا جاتا۔ حالانکہ قرآن کا طلاق دیئے جانے کی صورت میں حکم یہ کہ وہ چیزیں جو تحائف کی صورت میں یابری کی صورت میں بیوی کو دے چکا ہے ، وہ چیزیں واپس نہ لی جائیں۔ بلکہ اسے احسان کے طور پر عورت کے پاس رہنے دیا جائے۔ تاکہ اس کی آئیندہ زندگی کے لئے دلجوئی کا سبب بنے۔([22])

عدالت میں آنے والی بہت سی خواتین نے اپنے انٹرویوز میں اسی قسم کے حالات بیان کی ہے۔ ان انٹرویوز کی روشنی جو مجموعی صورتحال سامنے آتی ہے اس سے ایک طرف تو مقدمات کے فیصلوں میں تاخیر کا رجحان نظر آتا ہے تو دوسری جانب فریق مخالف کو نیچا دکھانے ، اسے خوار کرنے اور انتقامی جذبات کا بھی پتہ چلتا ہے۔ ہمارے معاشرے میں والدین اپنی استطاعت سے بڑھ کر اپنی بیٹی کو جہیز دیتے ہیں تاکہ انہیں کہیں کوئی طعنہ نہ سننے کو ملے دوسری جانب اگر طلاق ہو جاتی ہے تو سسرال والوں کا رویہ انتقامی ہو جاتا ہے اور وہ بے رحمی سے اس سامان کو لوٹ کا مال سمجھ کر تباہ کر دیتے ہیں ،والدین یا اس لڑکی کے لئے جسے طلاق ہوئی ہے سامان ہی سب کچھ نہیں ہوتا کیونکہ طلاق کے سبب جو بٹہ اسے اور اس کے والدین وخاندان کی عزت کو لگا ہے وہ سامان جہیز یا مہر کی رقم اس کا مداوا نہیں کر سکتے۔ بہت سے والدین ایسے بھی ہیں جو تھانے کچہری کے چکر میں پڑنے کی بجائے ان معاملات کو برداشت کر لیتے ہیں تاکہ عزت مزید نیلام نہ ہو۔ انہیں اپنی عزت ان لاکھوں کے جہیز اور ہزاروں کے سامان سے زیادہ عزیز ہوتی ہے۔ اس لئے وہ ان مقدمات سے دور رہتے ہیں لیکن اگر کوئی انصاف کی خاطر عدالت میں استغاثہ دائر کر دیتا ہے تو پھر معاشرہ اور فریق مخالف تمام اخلاقی حدود و قیود سے بری ہو کر بے رحمانہ وسفاکانہ سلوک کرتے ہیں۔

عدالت میں آئے ہوئے ایک بزرگ نے کہا کہ کہ جب عزت ہی نہ رہی تو سامان کا کیا کرنا میری بیٹی کا گھر اجڑ گیا وہ ان چیزوں کو استعمال نہ کر سکی تو اب یہ چیزیں اس کے دکھوں کا مداوا نہیں کر سکتیں۔ اگرچہ جو سامان ہمیں لڑکے

والوں نے دیا ہے وہ قابل استعمال نہیں ہے اور نہ ہی تمام سامان واپس کیا گیا ہے۔([22])

معاشرتی المیہ یہ ہے کہ عورت کو احسان کے ساتھ رخصت کرنے کی بجائے عورت کے سامان جہیز پر بھی قبضہ کر لیا جاتا ہے۔ جس سامان کی واپسی کے لئے عورت کو عدالتوں کے چکر لگانے اور ثابت کرنے میں گزر جاتے ہیں کہ اس کا سامان واقعی شوہر کے گھر اور اس کے قبضے میں ہے۔ یہاں تک کہ خبث کی بنیاد پر عورت کا سامان خورد برد کر لیا جاتا ہے، یا استعمال کے ذریعے ناکارہ کر دیا جاتا ہے۔ اور عدالت میں عورت کو شکست دینے کے لئے اس کی شخصیت اور حیثیت کو مجروح کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح قدیمی رویوں کے ذریعہ عورتوں کو ان کے ناکردہ گناہوں کی سزا دی جاتی ہے ۔ایسے اقدامات قابل مذمت ہیں اور شیطانی افعال شمار ہونگے۔

ضروری ہے کہ عورت سے علیحدگی کے ساتھ ہی اس کا سامان جہیز اور بری وغیرہ عزت کے ساتھ لوٹا دیئے جائیں، تاکہ وہ اپنا آئندہ نکاح کر سکے۔ موجودہ دور میں عورت کے سامان جہیز پر قبضہ کرنا وغیرہ معاملات بھی قرآن کے اسی حکم کے تحت آتے ہیں۔ جس میں کہا گیا ہے کہ ،،عورتوں کو آئیندہ زندگیاں اپنی مرضی سے گزارنے میں رکاوٹ نہ ڈالو۔

یاد رکھیں کہ جتنا عرصہ عدت کے بعد مقدمات میں الجھائے رکھنے کے نتیجے میں عورت دوسری شادی نہ کر سکے، اور اس دوران اپنی طلب کے تحت گناہ کا شکار ہو جائے، تو اس کی تمام تر آلودہ زندگی کی ذمہ داری اس مرد پر عائد ہو گی، جس کی وجہ سے وہ عورت دوسرا نکاح کرنے میں ناکام رہی۔ لہذا ضروری ہے کہ ایسی عورتوں کو بلا جواز مقدمات میں الجھائے رکھنے کے نتیجے میں ہونے والے ذہنی، جسمانی نقصان کے ازالہ کے حقوق کا بھی عدالت اپنے ابتدائی فیصلوں میں ہی تعین کرے۔ تاکہ ایسے مردوں کو بلا جواز عورتوں کو تنگ کرنے کے راستے بند ہو سکیں۔ طلاق کے بعد کا یہ المیہ عورتوں کی نسبت سے دردناک ہے۔ جس کہ نتیجہ میں عورت غلط مردوں کے ہاتھوں رسوا ہو جاتی ہے ۔([23])

یہ کتنے دکھ کی بات ہے کہ ہم اپنے سامان کی اس قدر حفاظت کرتے ہیں اسے سنبھال سنبھال کر رکھتے ہیں تاکہ وہ خراب نہ ہو جائے لیکن جو سامان ہمارے پاس بطور امانت ہوتا ہے ہم اس کے خراب کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں رکھتے۔ اسے اپنا حق سمجھتے ہیں، مال غنیمت سمجھ کر خود کے لئے اس کا استعمال حلال گردانتے ہیں۔ مہر جسے نکاح کے

معاملے میں فرض قرار دیا گیا ہے اس کے مقرر کرنے اور ادا کرنے میں بھی ہم ایک دوسرے کو دھوکہ دیتے ہیں۔ جہیز نقد اور مہر ادھار ہو گیا ہے۔ ہر طرف سے صرف مال ہتھیانے کی فکر ہے۔ حالانکہ لڑکی کے والدین نے اپنے جسم کا ٹکڑا ان کے سپرد کیا ہوتا ہے۔؟ کیا کبھی ہم نے ان ماں باپ کی جگہ بھی بن کر سوچا ہے جن کی بیٹی کا بسا بسایا گھر اجڑ جاتا ہے ان کے دل پر کیا گزرتی ہے ؟ان کے احساسات و جذبات کیا ہوتے ہیں ؟۔ اپنے موضوع کے حوالے سے سروے اور انٹرویوز کرتے ہوئے بہت سی لڑکیوں نے یہ بتایا کہ ان کی طلاق کے بعد ان کے والدین کی جسمانی و ذہنی کیفیت وہ نہیں رہی جو اس سے پہلے تھی۔ وہ یہ غم لے کر بیمار ہو گئے ہیں۔

۷۔ قوانین کے نفاذ و حصول انصاف کی صورتحال:

قوانین وضع کرنے کی ضرورت تب محسوس کی جاتی ہے جب سماجی سطح پر مسائل اس نہج پر پہنچ جائیں کہ معاشرے کا عمومی مزاج، اخلاق اور سوچ اپنے مثبت کردار کی بجائے منفی کردار کو فروغ دے رہی ہو، معاشرے کی تعمیر کی جگہ تخریب، اتحاد و تعاون کی بجائے فساد و انتشار پروان چڑھتا جائے۔ ایسے میں قوانین کا وضع کرنا اور ان کا نفاذ یقینی بنانا ایک اہم معاملہ بن جاتا ہے۔ تاکہ سماج اپنا ارتقاء مثبت سمت میں جاری رکھے۔ اور معاشرہ ایک حقیقی فلاحی معاشرہ بن سکے۔ لیکن موضوع تحقیق کے حوالے کئے گئے سروے جو نتائج سامنے آئے وہ قوانین و عدالتی طریقہ کار کے سقم کی نشاندہی کرتے ہیں جن کے باعث مطلقہ خواتین کو عدالتوں میں عائلی مسائل کے حوالے سے دائر مقدمات میں حصول انصاف میں تاخیر، مقدمات کی طوالات کے نتیجے میں نفسیاتی و جذباتی اور مالی مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اسی طرح طلاق، خلع و تنسیخ نکاح کے مقدمات میں بھی زوجین میں مصالحت کے لئے اختیار کئے جانے والے اقدامات میں بھی بہت سے قانونی و تکنیکی سقم ہیں جن سے طلاق و خلع کی ڈگریاں معمولی معمولی تنازعات کی صورت میں تقسیم کی جا رہی ہیں۔ لہذا عدالتی طریقہ کار کو طلاق و خلع کی ڈگریاں جاری کرنے کا ادارہ ہی تصور نہ کیا جائے بلکہ ولایت عامہ کا اختیار رکھتے ہوئے انہیں معاشرے کے وسیع تر مفاد کو مدنظر رکھتے ہوئے ان مقدمات کے فیصلے نہایت حساسیت، باریک بینی سے کرنا چاہیے اور ایسی عدالتی اصلاحات متعارف کروانی چاہئیں جن سے حتی الامکان کوشش مصالحت کروانے کی ہونی چاہیے۔ عدالتی طریقہ کار کو جدید سائنسی بنیادوں پر استوار نہ کرنے کے باعث بھی بہت سے مسائل پیدا ہوئے ہیں لہذا قوانین وضع کرنے، ان کا نفاذ یقینی بنانے کے ساتھ ساتھ سماجی مفادات، تعمیر و اصلاح کو بھی ملحوظ رکھا جائے نہ کہ صرف معاملہ مقدمات کی نبٹانے تک محدود رہے۔

موضوع تحقیق کے نتیجہ میں سامنے آنے والے ان مسائل کا حل ہونا ازدواجی زندگی کے تحفظ اور معاشرتی استحکام کے لئے ناگزیر ہے۔ نیز ان مسائل کا جامع و مؤثر حل یہ ہے کہ ان مسائل کو شریعت اسلامیہ کے عمومی مزاج کو مد نظر رکھتے ہوئے حل کیا جائے۔ اور اسلام کا جامع تصور پیش کیا جائے جس میں صرف عقائد و عبادات تک ہی عوام الناس کو آگاہی نہ دی جائے بلکہ اخلاق و معاملات اور حسن معاشرت کی تعلیمات سے روشناس کروایا جائے تاکہ ازدواجی زندگی میں پیدا ہونے والے اس بگاڑ کو روکا اور معاشرے پیدا ہونے والے انتشار کا تدارک کیا جاسکے۔

قانونی مسائل کے حل کے لئے تجاویز و سفارشات:

قوانین بنانے کی ضرورت تب پیش آتی ہے جب متعلقہ مسائل کی شرح میں خطرناک حد تک اضافہ ہو رہا ہو، افراد معاشرہ میں سے اکثریت کے حقوق متاثر ہو رہے ہوں اور حالات عموم بلویٰ کی صورت اختیار کرتے جا رہے ہوں۔ ایسے میں سماجی مسائل کے حل کے لئے قوانین وضع کرنا اور ان کا نفاذ ترغیبا و جبرا بنانا ناگزیر ہو جاتا ہے۔ تاکہ سماجی انتشار و مسائل کا تدارک مستحکم بنیادوں پر کیا جاسکے۔ حقوق کا تحفظ یقینی طور پر ہو سکے اور جہاں حقوق کا استحصال ہو رہا ہو وہاں انصاف کا حصول ترجیحی بنیادوں پر مہیا کیا جاسکے۔ نیز انصاف کے حصول میں رکاوٹوں کو بھی موثر حکمت عملی و دیگر قانونی وانسدادی تدابیر کے ذریعے ختم کیا جاسکے۔

مطلقہ خواتین کے مسائل کے حل اور طلاق کی شرح کو کم کرنے کے لئے قانونی تجاویز و سفارشات درج ذیل ہیں۔

۱۔ مقدمات میں کوشش کی جائے کہ بلاوجہ کی طوالت اختیار نہ کریں۔

۲۔ یونین کونسل اور مصالحتی انجمنوں کو فعال کیا جائے۔

۳۔ مصالحتی انجمنوں کے ممبران کی تعلیمی و قانونی قابلیت کا بھی جائزہ لیا جائے۔ دیکھا جائے کہ وہ معاملات کو سمجھنے اور حل کرنے کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں یا نہیں۔ لہذا کوشش کی جائے کہ مصالحتی کمیٹی کے اراکین کو شرعی قوانین اور ملکی وعدالتی قوانین کا کافی حد تک علم ہو۔ اس حوالے سے انہیں پابند کیا جائے کہ اگر وہ خود علم نہیں رکھتے تو لازما شرعی و قانونی ماہرین کی خدمات حاصل کریں۔ ان سے متنازعہ امور سے متعلق مشاورت لیں۔

۴۔ مصالحتی انجمنوں میں خواتین کی جانب سے بھی ایک ممبر مقرر کی جائے، اسی طرح ایک عالم اور ایک وکیل کو بھی شامل کیا جائے تاکہ معاملات کو شریعت اور قانون کی روشنی میں بہتر انداز میں سلجھایا جاسکے۔

۵۔ عدالت میں مقدمہ دائر ہونے سے پہلے ضروری قرار دیا جائے کہ یونین کونسل یا مصالحتی انجمن اس تنازعہ کے حل کے لئے فریقین میں مصالحت یا معاملات کے حل کی کوشش کروائے۔ اس پلیٹ فارم پر ناکامی پر مقدمات عدالت میں دائر کئے جائیں۔ اس اقدام کا فائدہ یہ ہوگا کہ عدالت میں دائر مقدمات کی تعداد کم ہو گی۔

۶۔ مصالحتی کونسل یا یونین کونسل کی سطح پر عائلی معاملات کے حل میں خواتین کو کافی سہولت رہے گی۔ انہیں عدالتی طریقہ کار سے بھی نجات حاصل ہوگی اور معاشی بار بھی نہیں ہوگا، معاملات جلد حل ہوں گے۔ نیز بہت سی خواتین عدالت میں جاکر اپنے خانگی معاملات پر بحث کرتے ہوئے جھجھک محسوس کرتی ہیں اور مقدمات کی پیروی نہیں کرتیں۔ اس اقدام سے خواتین کے مسائل کافی حد تک کم ہوں گے۔

۷۔ عائلی عدالتوں کی ججز کی تعداد بڑھائی جائے نیز کوشش کی جائے کہ خواتین ججز کی تعداد میں اضافہ کیا جائے۔

۸۔ مصالحتی کونسل اور عدالت طلاق و خلع اور فسخ نکاح کے مقدمات میں مصالحت کے لئے جدید اسالیب متعارف کراوئے۔ ایک سے زائد بار زوجین کو مصالحت کے لئے مواقع دیئے جائیں۔ اور سائیکاٹرسٹ سے بھی ضروری راہنمائی لی جائے اور ججزان سے ماہرانہ رائے بھی لیں۔

۹۔ عائلی عدالتوں میں خاندان کے ذاتی، کریمنل، سول اور دیگر مقدمات بھی پیش کئے جاتے ہیں۔ عدالت کا ماحول خاندانی اور خصوصا زوجین کے مقدمات کے حوالے سے ان کی نجی معاملات کے بارے میں انہیں تحفظ فراہم نہیں کرتا، چنانچہ بہت سے خاندان اپنی عزت و وقار کی وجہ سے عدالت کا رخ نہیں کرتے اور اپنے حقوق حاصل کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔ اس سلسلے میں عائلی عدالتوں میں صرف نکاح، طلاق، حلالہ، فسخ نکاح، خلع اور بچوں کی حضانت کے معاملات ہی کو زیر سماعت لایا جائے، نیز خاندان کی حیثیت و وقار کا تحفظ کرتے ہوئے مقدمات کی سماعت تک دوسرے غیر متعلقہ افراد کی رسائی کو روکا جائے۔ اور احاطہ عدالت میں صرف متعلقہ خاندان ہی اپنے مقدمہ کی سماعت کے دوران موجود ہوں اور دیگر کا داخلہ ممنوع قرار دیا جائے۔

۱۰۔ عائلی عدالتوں کی تعداد میں اضافہ کیا جائے۔ ہر عائلی عدالت میں روزانہ تقریبا ۱۳۵ سے زائد کیس زیر سماعت ہوتے ہیں، مقدمات کی یہ تعداد انسانی بنیادوں پر دیکھی جائے تو ایک جج کے لئے بہت بڑا بوجھ ہے اور انصاف کے تقاضوں کے منافی ہے۔اس وجہ سے بعض اوقات ایک جج کے لئے بھی ممکن نہیں ہوتا کہ وہ ہر مقدمہ کا تفصیلا جائزہ لے یوں بہت سے نکات نظر انداز بھی ہو جاتے ہیں۔ اور مقدمات کے فیصلے بھی تاخیر کا شکار ہوتے ہیں۔عدالتوں میں اضافہ سے یہ مسائل کافی حد تک کم ہوسکتے ہیں۔

۱۱۔ طلاق، خلع، فسخ نکاح، مہر، جہیز اور بچوں کی حضانت اور نان ونفقہ وغیرہ کے مقدمات کا عائلی عدالتوں میں بکثرت زیر سماعت ہونا اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ عدالتی دائرہ کار سے باہر معاملات کے تصفیہ کے لئے کوشش نہیں کی گئیں۔ چانچہ اس بات کو لازم قرار دیا جائے کہ مقدمات یا تنازعات اول یونین کونسل، مصالحتی انجمن میں تصفیہ وحل کے لئے پیش ہو چکے ہوں، اگر مصالحتی کونسل ضروری سمجھے تو مقدمہ عدالت میں پیش کیا جائے اور یہ کونسل عورتوں اور بچوں کی معاون کے طور پر عدالت میں پیش ہو۔اس طریقہ کار سے حصول انصاف میں تاخیر کی شکایت کو دور کیا جاسکتا ہے۔

۱۲۔ وکلاء حضرات کو بھی اس بات کو پابند کیا جائے کہ وہ عدالتی اخلاقیات کو ملحوظ رکھیں اور مقدمات کی سماعت میں غیر حاضری سے اجتناب کریں بہت سے وکلاء مقدمات کو طول دینے کے لئے بہت سے غیر اخلاقی طریقہ کار اختیار کرتے ہیں تا کہ فریق مخالف کو تنگ کیا جاسکے لہذا عدالت اس طرح کی روش اختیار کرنے والے وکلاء پر جرمانہ عائد کریں جو عائلی مقدمات کی سماعت میں متعدد بار غیر حاضر ہوں، یا غیر اخلاقی زبان یا دیگر غیر اخلاقی سرگرمی میں ملوث ہوں۔

۱۳۔ عدالتوں کا ماحول خواتین اور بچوں کے لحاظ سے غیر صحتمندانہ ماحول ہے اس لئے عائلی عدالتوں کی عمارات الگ سے بنائی جائیں۔

۱۴۔ عدالتوں میں جدید ٹیکنالوجی کو متعارف کروایا جائے۔ کمپیوٹرز، فیکس، انٹرنیٹ اور جدید ذرائع کو عدالتی کاروائی کو آسان اور تیز تر کرنے کے لئے استعمال کیا جائے۔

۱۵۔ عائلی عدالتوں کے کچھ ججز صاحبان شرعی قوانین کا سیر حاصل علم نہیں رکھتے جس کے باعث بہت سے

مقدمات کے فیصلے قوانین کی صحیح روح کے مطابق نہیں ہو پاتے اس لئے ضروری ہے کہ ایک ایسا بورڈ تشکیل دیا جائے جو بوقت ضرورت ججز کی معاونت کر سکیں تاکہ مقدمات کے فیصلے درست طریقے پر ہو سکیں۔

۱۶۔ عائلی قوانین میں بہت سے مقدمات کیس لاء کی حیثیت رکھتے ہیں۔ انہی مقدمات کی روشنی میں مستقبل کے مقدمات کے فیصلے کئے جاتے ہیں، چنانچہ ان کیس لاز کو آن لائن کیا جائے تاکہ عدالت کو جب ضرورت پڑے بغیر وقت ضائع کئے وکلاء، اور ججز مقدمہ کی سماعت کے دوران ہی اس کا مطالعہ کر لیں۔ اور ان بنیادی مقدمات کی روشنی میں فیصلے کئے جا سکیں۔

۱۷۔ عدالتیں باہمی طور پر بھی انٹرنیٹ کے ذریعے منسلک ہوں، کسی اہم مقدمہ کی تفصیلا رپورٹ ایک دوسرے کو ای میل کی جائے تاکہ دیگر فیصلے اس کی روشنی میں کئے جائیں نیز اگر کسی مقدمہ کے فیصلے میں کوئی کمی یا نقص رہ گیا ہو دیگر ججز یا وکلاء اس حوالے سے ماہرانہ رائے بھی دیں سکیں گے۔ اس طرح بہتر عدالتی فیصلے ممکن ہو سکیں گے۔

عدالت جہاں فریقین کو عدالت میں حاضر ہونے کے لئے نوٹسز بھجواتی ہے وہیں اس کے ساتھ ساتھ ای میل اور ٹیلی فون کی سہولت سے بھی استفادہ کر کے مقدمات کو جلد نمٹا جا سکتا ہے۔ اور اس کا ریکارڈ بھی رکھا جائے۔

۱۸۔ عدالتی طریقہ کار کو جدید بنیادوں پر منظم کیا جائے۔ خواتین، ان کے بچوں و دیگر متعلقین کو عدالتی چارہ جائی کے درمیان بہت سے مشکل مراحل سے گزرنا پڑتا ہے جس میں درخواست دینے سے لے کر ریکارڈ کے حصول تک کے مختلف مراحل ہیں۔ چنانچہ اگر جدید ٹیکنالوجی کا استعمال شروع کیا جائے تو کافی حد تک معاملات بہتر ہو سکتے ہیں۔

۱۹۔ کرپشن نے جس طرح تمام اداروں کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا ہے وہیں عدالتی نظام بھی اس سے محفوظ نہیں ہے۔ جس سے بہت سے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ عدالتی ریکارڈ تک رسائی، ان کی نقول حاصل کرنا، فائل کو محفوظ رکھنا وغیرہ ایسے مسائل ہیں جو عدالتی طریقہ کار کو دشوار بناتے ہیں۔ جس سے مقدمات کے فیصلوں میں تاخیر ہوتی ہے۔ عدالتی نظام کو کرپشن سے پاک کرنے کے لئے ضروری اقدامات کئے جائیں نیز فریقین کو عدالتی ریکارڈ تک رسائی بآسانی ممکن بنائی جائے۔

۲۰۔ عائلی مقدمات میں عدالتی اخراجات کو ختم کیا جائے، خصوصا ان مقدمات میں جو لوگوں کے باہمی تعلقات کے حوالے ہوں۔ جیسے نکاح، طلاق، فسخ نکاح، مہر، جہیز، نان ونفقہ اور بچوں سے متعلق ہوں۔ خصوصا خواتین اور بچوں کو دائر مقدمات میں عدالتی اخراجات سے استثناء دیا جائے۔ عدالت اس سلسلے میں سرکاری وکلاء کا تقرر کرے جنہیں پابند کیا جائے کہ وہ بھی بلا معاوضہ خدمات انجام دیں۔

۲۱۔ زوجین سے متعلق مقدمات میں فریقین کی راہنمائی کے لئے ایک مرد کونسلر اور ایک عورت کونسلر کا تقرر کیا جائے۔ اور یہ فریقین کی اپنی مرضی سے ہو۔ عدالت اس میں کوئی دخل اندازی نہیں کرے گی۔

۲۲۔ مقدمات کے اخراجات میں کمی کے لئے اور فیصلوں میں تاخیر کے خاتمے کے لئے عائلی عدالتیں ڈسٹرکٹ سطح پر قائم کی جائیں۔ نان ونفقہ، مہر جہیز وغیرہ کے مسائل طلاق، خلع اور فسخ نکاح کے بعد مصالحتی کونسل کی سطح پر حل کیے جائیں۔

۲۳۔ ماہر قانون منیر صاحب تجویز کرتے ہیں:

عدالت میں فیملی ججز اور فریقین کے مابین راؤنڈ ٹیبل ڈسکشن ہونی چاہیے۔ فریقین کے مابین تنازعات اس سے بہتر انداز میں حل ہوسکتے ہیں۔ کیونکہ فریقین ایک دوسرے پر الزامات لگاتے ہیں کہ ان کے خاندان والے معاملات کو زیادہ الجھاتے ہیں اور اگر فریقین آپس میں صلح کرنا بھی چاہتے ہیں تو ان کے خاندان والے ایسا کرنے سے منع کرتے ہیں۔ اور رکاوٹ بنتے ہیں۔ عدالتی امور میں ان طریقہ کار کے استعمال سے زوجین میں صلح کروائی جاسکتی ہے۔([24])

زوجین کے تنازعات میں ریکونسولیشن ضروری قرار دی جائے۔ اس بارے میں وہ TJ کی تھیوری سے استفادہ کرنے کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ نیز اس حوالے سے وہ تجویز دیتے ہیں کہ وکلاء، ججز اور عائلی عدالتوں کے ججز کو اس بارے میں ٹریننگ دی جائے۔ اور جدید سائنسی طریقہ کار کے استعمال سے عائلی عدالتوں میں پیش ہونے والے مسائل کا حل کیا جاسکے۔([25])

۲۴۔ پری میرج کونسلنگ کے ساتھ ساتھ پری ڈائیورسڈ کونسلنگ بھی ضروری قرار دی جائے۔ زوجین کو طلاق، تنسیخ نکاح اور خلع کے مقدمات سے پہلے ایسے سماجی و ازدواجی ونفسیاتی معاملات کے ماہرین سے راہنمائی لینا

ضروری قرار دیا جائے تاکہ وہ طلاق سے پہلے کے حالات اور طلاق کے بعد کے مسائل سے واقفیت اور راہنمائی حاصل کر سکیں۔ اس طرح ممکن ہے کہ وہ طلاق کے آخری حل ہونے سے پہلے دیگر ممکنہ حل وا قدامات کو اختیار کر کے طلاق جیسے قبیح فعل سے بچ سکیں گے۔

پری ڈائیورسڈ کونسلنگ سنٹرز سرکاری و غیر سرکاری دونوں سطح پر قائم کئے جاسکتے ہیں، علیحدگی اختیار کرنے والے زوجین کے لئے ان کونسلنگ سنٹرز سے طلاق سے قبل کم از کم ۵ بار راہنمائی لیناضروری ہو۔ جب کونسلر تجویز کرے کہ معاملات اس نہج پر ہیں کہ نہیں سدھر سکتے تب عدالت میں مقدمہ دائر کیا جائے۔

امریکہ کی مختلف ریاستوں میں نئے شادی شدہ جوڑوں کے مابین طلاق کی شرح کو کم کرنے کے پری ڈائیورسڈ کونسلنگ کو قانونی طور پر لازمی قرار دیا گیا ہے۔([26])

۲۵۔ حکومت خواتین کو ان کے مسائل کے حل سے واقفیت فراہم کرنے کے لئے ایک ٹی وی چینل شروع کرے ، جہاں مختلف قانونی و سماجی ماہرین خواتین کے مسائل اوران کے مجوزہ حل کے بارے میں آگاہی دیں۔

۲۶۔ فری ہیلپ لائن کا قیام عمل میں لایا جائے، جہاں خواتین اپنے مختلف مسائل و مشکلات کی رپورٹ درج کرواسکیں اور ان کا مسائل حل فوری طور پر ممکن ہو سکے۔

حواشی وحوالہ جات

1۔ سروے،۸جولائی،۲۰۱۷ء

2۔ روزنامہ جنگ ۸ مئی ۲۰۱۵ء

3۔ انٹرویو: ۲۲جون،۲۰۱۷ء

4۔ روزنامہ جنگ ۸ مئی ۲۰۱۵ء

5۔ انٹرویو:۲۲ جون ۲۰۱۷ء

6۔ انٹرویو،۲۳جون۲۰۱۷ء

7۔ انٹرویو،۲۳جون،۲۰۱۷ء

8۔ روزنامہ جنگ ۸ مئی ۲۰۱۵ء

9۔ انٹرویو،۲۳جون۲۰۱۷ء

10۔ انٹرویو:۸جولائی۲۰۱۷ء

11۔ ایضاً

12۔ انٹرویو: ۱۳جولائی۲۰۱۷ء

13۔ انٹرویو: ۱۰جولائی۲۰۱۷ء

14۔ انٹرویو،۲۲جون۲۰۱۷ء

15۔ انٹرویو،۸جولائی۲۰۱۷ء

16۔ ایضاً

17۔ مسعود احمد بھٹہ، حیات النساء،(عورت کی زندگی مناکحات کے بعد) لاہور، آہن ادارہ اشاعت وتحقیق، پاکستان، ص: ۶۸۸

18۔ انٹرویو: ۸جولائی۲۰۱۷ء

19۔ انٹرویو۵جولائی۲۰۱۷ء

20۔ ایضاً

21۔ حیات النساء، ص: ۶۸۸

22۔ انٹرویو:۵ جولائی۲۰۱۷ء

23۔ حیات النساء، ص:۶۸۸

24- Muhammad Amir Munir, Family Courts in Pakistan In Search of better Remedies for Women and Children, p: 209 http://www.ssrn.com/en/, Retrieved on 24-06-2017

25- Muhammad Amir Munir, Family Courts in Pakistan In Search of better Remedies for Women and Children, p: 223-224 http://www.ssrn.com/en/, Retrieved on 24-06-2017

26-. http://www.divorceknowledgebase.com/blog/should-pre-divorce-counseling-be-mandatory-for-married-couples/, Retrievedon :10.07.2017